مقالہ
مسیحی عائلی قانون میں تنسیخِ نکاح کا سوال

از۔ پیٹر جیکب[1*]

بظاہر کرسچین میرج ایکٹ 1872ء اور ڈائیورس (طلاق) ایکٹ 1869ء میں ترامیم کے حوالہ سے حالیہ بحث حکومت پاکستان کے قائم کردہ ادارے قومی کمیشن برائے حیثیتِ نسواں کے مجوزہ ترمیمی بل (2011ء) [2*] کے ناطے شروع ہوئی مگر اس موضوع پر بحث کا آغاز برسوں پہلے ہو چکا تھا۔ البتہ گزشتہ چند دہائیوں میں، مسیحی حلقوں میں مباحثہ کے نتیجہ میں مختلف نقطۂ نظر نیز ان قوانین میں ترامیم متعارف کروانے کے لئے مطالبات سامنے آئے۔

1993ء میں مسیحی نکاح کی حُرمت اور جبراً مذہب کی تبدیلی کے مسئلہ پر بشپ جان جوزف اور بشپ پطرس یوسف کی راہنمائی میں ایک سیمینار کا انعقاد پاسٹرل انسٹیٹیوٹ ملتان میں ہوا۔ جس میں تبدیلی مذہب کے علاوہ مسیحی نکاح کی حیثیت اور خاص طور پر مسلم عائلی قوانین کے اثرات کے موضوع کو زیرِ بحث لایا گیا۔

ادارہ امن وانصاف [3*] کے پلیٹ فارم سے جناب نعیم شاکر ایڈووکیٹ نے 90ء کی دہائی کے آخر میں بشپ سیموائیل رابرٹ عزرایاہ کے ساتھ مل کر قانونی ماہرین اور کلیسیائی رہنماؤں کے ساتھ مشاورت کا ایک سلسلہ شروع کیا جو متذکرہ بالا قوانین کے ترمیمی مسودہ پر ختم ہوا تھا۔ کاتھولک بشپز کی جانب سے قائم کردہ ادارہ قومی کمیشن برائے امن وانصاف نے 1993ء سے 2013ء تک مسیحی نکاح سے متعلق مسائل کو اپنی سالانہ اشاعت انسانی حقوق کا جائزہ رپورٹس کا حصہ بنایا اور تواتر سے ان قوانین میں ایسی ترامیم کا مطالبہ کیا گیا جو کہ انسانی حقوق کے عالمی معیارات سے ہم آہنگ ہوں۔
قومی کمیشن برائے امن وانصاف نے حقوق پر جدوجہد کرنے والی دیگر تنظیموں کے ساتھ مل کر 2007ء اور 2012ء میں خواتین کے خلاف تمام قسم کے امتیازات کے خاتمے کے بین الاقوامی معاہدے (CEDAW) کے تحت پیش کی جانے والی شیڈو (غیر سرکاری) رپورٹس میں بھی اس مسئلہ کو اجاگر کیا۔ جس کے نتیجہ میں اقوام متحدہ کی سیڈا کمیٹی نے 2012ء میں حکومتِ پاکستان سے سفارش کی کہ متذکرہ بالا معاہدے کی پاسداری کرتے ہوئے "ہندو میرج بل، کرسچین میرج اور کرسچین ڈائیورس کے ترمیمی بل پاس کئے جائیں"۔

لہٰذا حکومت پاکستان اس بات کی پابند ہے کہ وہ نہ صرف اِس معاہدہ کی آئندہ رپورٹ (2017ء) سے پہلے اور اِسکے علاوہ دیگر بین الاقوامی اداروں یعنی اقوام متحدہ اور یورپین یونین کے ساتھ GSP+ معاہدے کے تحت جائزوں سے پہلے مسیحیوں کے لیے عائلی قوانین میں تبدیلیاں متعارف کروائے۔ اسی ضمن میں انسانی حقوق کے وفاقی وزیر سینیٹر کامران مائیکل نے اگست 2016ء میں ایک میٹنگ بلائی جس میں مسیحی برادری کی مذہبی قیادت کو اس بل کے حوالہ سے مشاورت کے لئے دعوت دی گئی۔ حکومت کی طرف سے تیار کردہ مسودہ بھی پیش کیا گیا جس پر مختلف کلیساؤں میں مشاورت جاری ہے۔

چند لوگوں بشمول کچھ پارلیمینٹرین، کرسچین میرج اور طلاق کے قانون میں ترامیم کے بل کے حوالہ سے اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔ اِن تحفظات کا بنیادی نکتہ طلاق یا تنسیخِ نکاح کی شرائط میں تبدیلی کے حوالہ سے خدشات ہیں چونکہ بعض لوگوں کے نزدیک طلاق مسیحی تعلیمات سے عدم مطابق ہیں لیکن درحقیقت صُورتحال اِتنی سادہ بھی نہیں ہے۔

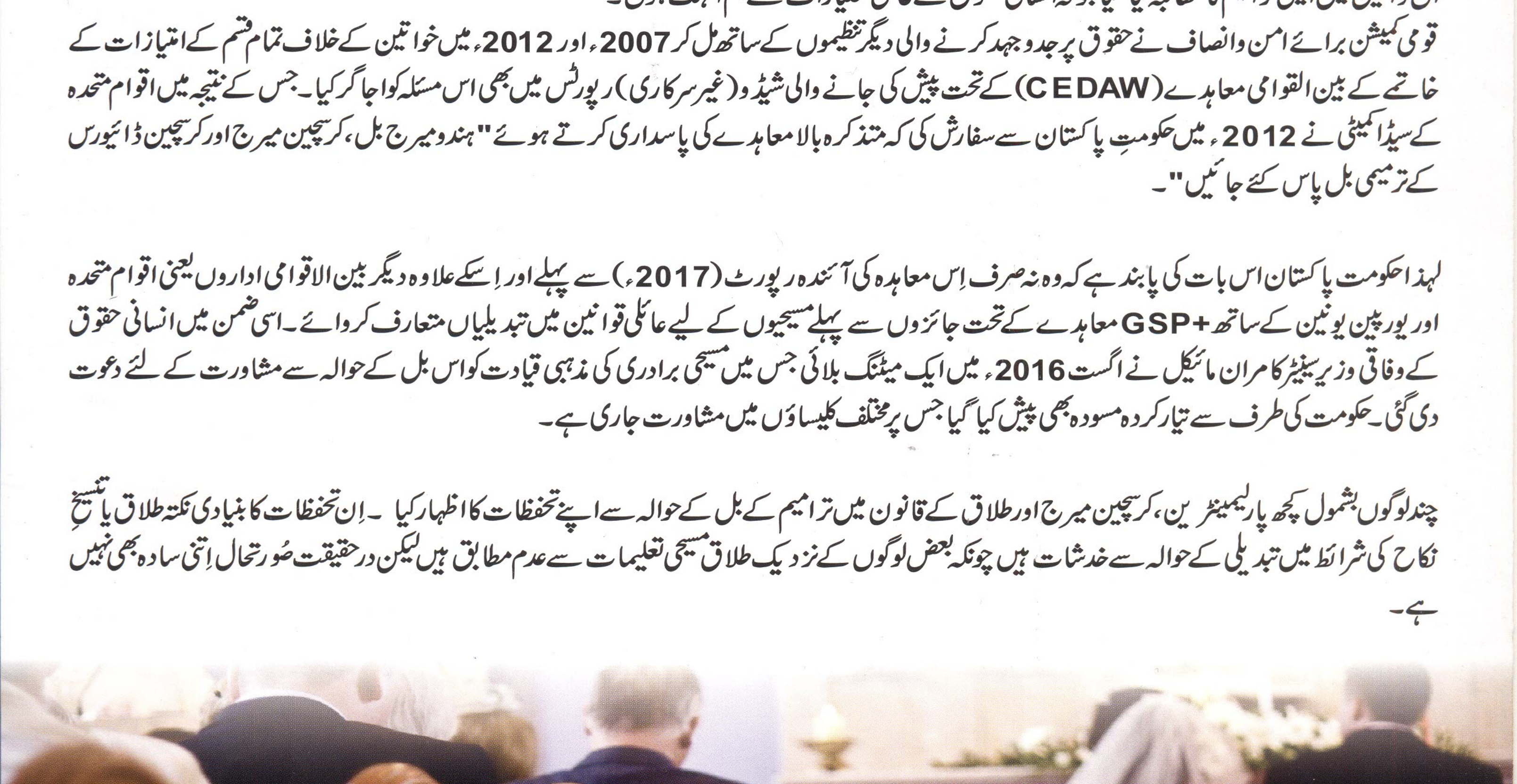

مسیحی نکاح: شرعی نقطہ نظر اور اِرتقاء:

انجیلِ مقدس کی عام تشریح کے مطابق نکاح ایک مقدس ملاپ اور دائمی بندھن ہے۔ لہٰذا کئی صدیوں تک مسیحی نکاح کو اسی تناظر میں بیان کیا جاتا رہا تھا۔ کئی کلیسیائیں نکاح کو سات میں سے ایک ساکرامنٹ گردانتی ہیں جسے برکاتِ خداوندی کا ذریعہ اور روحانی درجہ سمجھا جاتا ہے۔ نئے عہد نامہ کی بہت سی آیات اس بات پر زور دیتی ہیں کہ نکاح ایک اٹوٹ بندھن ہے۔ البتہ تاریخ میں یوں بھی ہوا کہ خاندان کی اولیت اور فریقین کے درمیان انصاف قائم کرنے کے لئے مختلف موقعوں پر حالات کے پیشِ نظر ان اصولوں اور تشریحات میں کی گئیں۔

مثلاً مسیحی نکاح کے تصور میں اولین تبدیلی 'پولوسی استحقاق' کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ مقدس پولوس کی طرف سے یہ تبدیلی اس وقت متعارف ہوئی جب مسیحی مذہب میں وارد ہونے والے افراد کے سابق نکاح کو منسوخ [4*] کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ لہٰذا مخصوص حالات میں تنسیخ نکاح کا تصور آیا۔ نکاح کو فسخ قرار دینا اور زوجین کے درمیان قانونی علیحدگی کا تصور یونانی (رومی) قانون اور کامن (برطانوی) قانونی روایات سے مستعار لیا گیا۔ یہ تصورات آج بہت سے کلیسیائی قوانین کا حصہ ہیں جن میں صدیوں سے رائج کیتھولک کینن لاء [5*] بھی ہے۔

بیرونی اثرات قبول کرنے کے ساتھ تاریخی طور پر مسیحی تصور نکاح نے دیوانی قانون کے اصول مرتب کرنے میں گرانقدر اثر مرتب کیا، جن میں قابل ذکر خواتین کے حقوق اور خواتین کے ساتھ مساوی برتاؤ شامل تھا۔ البتہ 20ویں صدی میں طلاق کے حوالہ سے کئی چیلنجز سامنے آئے چونکہ کچھ کلیسیائی رواج خواتین کے حقوق کی برابری کے معیارات پر کلی طور پر پورا نہیں اترتے تھے۔ اسکے برعکس کئی کلیساؤں نے خصوصی طور پر مغربی ممالک میں جرأت مندی سے خواتین کو بشپ اور پادری مقرر کرنے جیسے جرأت مندانہ اقدامات بھی کئے ہیں۔

2014ء میں پوپ فرانسس نے کارڈینلز اور بشپ صاحبان کو طلاق یافتہ یا دوسرا نکاح کرنے والے افراد کے معاملہ پر ہمدردانہ غور کرنے کی دعوت اور ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنے کی تلقین کی خاندان کے حوالہ سے بشپ صاحبان کے ایک غیر معمولی کلیسیائی اجلاس (سینڈ) کے اختتامی خطاب میں اکتوبر 2015ء میں پوپ صاحب نے کہا کہ " کلیسیا کی اولین ذمہ داری لوگوں کی مذمت یا اُنکو ملعون ٹھہرانا نہیں بلکہ ان کے سامنے خدا کے رحم کی منادی کرنا، انہیں توبہ کے لئے بلانا اور تمام مرد و زن کو خدا کی نجات کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔" (بحوالہ یوحنا 12:44-50)

دورِ حاضر میں پاکستانی مسیحیوں کی خاندانی زندگی کو درپیش مسائل:

پاکستان میں مسیحی ایک منفرد مذہبی جماعت ہے جو درجنوں بڑی اور چھوٹی کلیساؤں پر مشتمل ہے ایک طرف مذہبی اقلیت ہونے کے ناطے خاص مسائل سے دوچار تو دوسری طرف مجموعی طور پر یہ جماعت پاکستان کے کٹھن سماجی، سیاسی، معاشی اور ثقافتی حالات سے بھی متاثر ہو رہی ہے۔ مسیحی جماعت میں بڑھتے ہوئے معاشی بحران، اندرون اور بیرون ملک ہجرت، شادی بیاہ کے بدلتے ہوتے ہوئے رسم و رواج، سماجی اور مذہبی امتیازات کے اثرات جن میں نفسیاتی دباؤ ہر طبقے کی خاندانی زندگی کو کئی طرح سے متاثر کر رہے ہیں۔

سرکاری سطح پر تمام اعداد وشمار کی عدم دستیابی کے باوجود مسیحی جماعت کو درپیش درج ذیل مسائل کو باآسانی محسوس کیا جاسکتا ہے۔

الف۔غربت اور سماجی ناانصافیاں مسیحی جماعت کے افراد کو نقل مکانی پر مجبور کر رہی ہیں۔خصوصاً بھٹہ اور زرعی مزدور جو کہ شہروں کی طرف ہجرت کر رہے ہیں۔یہ ہجرت اکثر دیہی غریب کو محض شہری غریب میں بدلنے کے ساتھ ان کو انکے سماجی وثقافتی اور مالی مسائل میں دھکیلتی ہیں۔ پڑھے لکھے افراد بھی روزگار کی تلاش میں بالعموم ہجرت اور مسلسل نقل مکانی کے باعث نارمل خاندانی زندگی بسر نہیں کرسکتے۔اِن حالات میں کمیونٹی کی طرف سے معاونت بھی مشکل ترین امر بن چکا ہے۔

ب۔نئی و پرانی مسیحی آبادیوں کو دیکھ کر یہ اندازہ بخوبی ہوجاتا ہے کہ یہ بستیاں شہری سہولیات کے حوالہ سے سرکار کی طرف سے بے توجہی کا شکار ہیں۔اِن آبادیوں میں بیماری، بے روزگاری، کم شرح خواندگی اور عدم تحفظ جیسے مسائل ان کی خاندانی زندگی کو مختلف طریقوں سے متاثر کر رہے ہیں۔گذشتہ افراد شماری کے وقت (1998) مسیحی برادری میں شرح خواندگی اوسط سے 11 فیصد کم تھی۔بے روزگاری کا مسئلہ بھی عام ہے اور اندازاً مسیحی مرد وزن میں زیادہ بھی۔اس پست معیار زندگی کی صورتحال کو سمجھنے اور حل کرنے کے لئے صرف انسانی حقوق کے معیارات کارآمد ہوسکتے ہیں۔

ج۔اکثر دیکھنے میں یہ آیا ہے مسیحی خواتین چونکہ تعلیم کے میدان میں مردوں سے آگے ہیں اسلئے ان کا معاشرے میں کردار بھی اوسط خواتین کے مقابلے میں قدرے زیادہ متحرک ہے۔تاہم مرد حاکمیت کے روایتی تصورات نے خواتین کو دبا رکھا ہے اس وجہ سے بلعموم وہ اپنے خاندان کو مشکل اور بدترین حالات سے نکالنے کے لئے ایک فعال کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

د۔نکاح سے متعلق متذکرہ بالا شرعی تفہیم کے باوجود مسیحی جماعت کے افراد طلاق یا تنسیخ نکاح کا استعمال کرتے ہیں۔مسیحیوں میں طلاق کیلئے تبدیلی مذہب کرنے کے رجحانات بھی ہیں کیونکہ مسیحیوں کے لئے مروج عائلی قوانین میں طلاق کی گنجائش تو ہے مگر آسان نہیں۔ایک تو تنسیخ نکاح یا طلاق کی شرط یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے پر زناکاری وغیرہ کا الزام عائد کرے، دوسرا مرد عورت کو چھ وجوہات بشمول تبدیلئ مذہب، زناکاری، دوسرا نکاح اور ظالمانہ سلوک کی بنا پر طلاق دے سکتا ہے جبکہ عورت محض ایک بنیاد (ظالمانہ سلوک اور زناکاری) پر ایسا کرسکتی ہے۔

مسیحی تصور نکاح اور انسانی حقوق کے معیارات:

مسیحی نکاح کی دائمیت کا تصور صدیوں سے موضوع بحث رہا ہے مگر فی زمانہ مرد وخواتین کے لئے نکاح کے حوالہ سے دنیا کے بیشتر ممالک کے قوانین طلاق کی اِجازت دیتے ہیں۔اقوام متحدہ کے تحت بین الاقوامی قوانین خصوصاً خواتین کے خلاف تمام قسم کے امتیازات کا خاتمے کے معاہدے نے طلاق سمیت برابری کے حقوق پر مہر تصدیق ثبت کررکھی ہے۔

طلاق کوئی بنیادی انسانی حق نہیں ہے بلکہ یہ ضابطۂ قانون اور باہم معاہدے کے ناطے قرار پانے والا ایک نسبتی حق ہے۔تاہم ازدواج میں مساوی حقوق، تشدد سے تحفظ، اِستحصال اور جبر سے آزادی، انسانی حقوق کے تحفظ کے معیارات اور فریم ورک میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

گزشتہ کچھ عشروں میں پاکستان کی مسیحی اقلیت نے شہریوں کے برابری کے حقوق اور امتیازی قوانین وبرتاؤ کے خاتمہ کے لئے دلیرانہ جدوجہد کی ہے۔اب اگر تنسیخ نکاح کے معاملے پر مسیحی جماعت کوئی ایسا تاثر دے کہ وہ مساوی حقوق کے احترام کی بجائے مَن مرضی کرے گی تو انکا موقف غیر اصولی سمجھا جائیگا بلکہ حقوق سے جڑے دیگر معاملات پر کمیونٹی افراط وتفریط کا شکار ہوسکتی ہے۔

حاصلِ بحث اور سفارشات:

اگرچہ زیرِ بحث موضوع تنسیخِ نکاح ہے لیکن اسکا پاکستانی مسیحیوں کے دیگر حقوق اور اجتماعی ترقی کی جدوجہد سے گہرا تعلق ہے سردست مسئلہ نکاح کے قوانین میں مناسب ترامیم سے حل کیا جا سکتا ہے اس لئے وفاقی وصوبائی حکومتوں اور انسانی حقوق کے علم برداروں، بالخصوص مسیحی برادری کو کسی اتفاق رائے کے لئے مکالمہ کرنا ہوگا۔ قانون میں تبدیلی ایک وسیع مشاورت کے ذریعہ ہونی چاہیے۔ کسی ایک کی رائے کو فوقیت یا مرضی مسلط کرنے کی بجائے تمام آراٗ اور سفارشات کو سُننا چاہیے۔ باوجود کہ ایسے معاملات میں سو فیصد اِتفاق رائے ناممکن ہوتا ہے۔

تاہم مسیحی برادری، سول سوسائٹی میں انکے خیر خواہوں اور حکومتی نمائندوں کو قانون سازی کے اس عمل کے دوران خدشات کو دور کرنا ہوگا۔ اولاً قانون سازی کے عمل میں اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ پاکستان میں ایک عرصے سے مذہب کا سیاسی استعمال ہو رہا ہے۔ اور مذہب کی من چاہی تشریح معاشرے پر لاگو کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس سے خاصا نقصان ہوا۔ قانون سازی کے اِس عمل میں برابری کے مذہبی اصولوں سے بھی مستفید ہونا چاہیے مزید برآں سماجی، سیاسی اور اقتصادی حقائق کو نظر انداز کر کے یا صحائف کی محض لفظی تشریحات پر اِنحصار نہیں کرنا چاہیے۔ قانون میں تبدیلی کا یہ کام عُجلت میں نہ کیا جائے تاکہ مسیحی برادری میں اختلاف یا عدم اطمینان پیدا نہ ہو۔ لیکن اتنی دیر بھی نہ لگے کہ اس اہم اور دیرینہ مسئلہ پر قانون سازی کھٹائی میں پڑ جائے۔ وہ لوگ جو کہ اس قانون کے متاثرین رہے یا متاثر ہو رہے ہیں ان کے نقطہ نظر کو بھی شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ مختلف شعبوں سے تجربہ اور فہم رکھنے والی خواتین کو بھی یہ موقع ملنا چاہیے کہ وہ اس قانون سازی پر اپنی رائے شامل کر سکیں جن کو 145 سال پہلے ہونے والی قانون سازی نے یکسر نظر انداز کیا تھا۔ یقیناً ایک پُر خلوص اور سماجی سیاسی فہم پر مبنی مکالمہ مسیحی نکاح کے حوالہ سے ایک بہتر قانون کا موجب بن سکتا ہے۔

حواشی:

1۔ مصنف انسانی حقوق کا کارکن اور حقوق کے احترام سے متعلق سوالوں کے جواب کی تلاش میں گزشتہ 28 سال سے سرگرداں اور آجکل ادارہ برائے سماجی انصاف (www.csjpak.org) کا ڈائریکٹر ہے۔

2۔ ۔اِس مسودہ کی تیاری میں جناب نعیم شاکر، جسٹس کیلاش ناتھ کوہلی، جسٹس ماجدہ رضوی نے شخصاً اور مصنف نے تحریراً حصہ لیا ہے۔

3۔ 1974ء سے قائم کردہ ادارہ امن وانصاف کراچی, جس کے سات کارکنوں کی دہشت گردوں کے ہاتھوں شہادت کے بعد 2002ء میں ادارہ کو بند کرنا پڑا۔

4۔ Null and Void کے معنی میں۔

5۔ پوپ گریگری (نہم) نے کینن لاء کا پہلا مصدقہ مسودہ (Decretail Gregorii Noni or Liber Extra) 1234ء میں نافذ کیا۔

آواز
VOICE & ACCOUNTABILITY PROGRAMME
آواز اور جوابدہی پروگرام
ASSOCIATION OF WOMEN FOR AWARENESS & MOTIVATION
AWAM
UKaid
from the British people